بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

ابتدائی کلمات

جناب سپیکر!

میں اس معزز ایوان کے فاضل ممبران کا بہت شکر گزار ہوں کہ انہوں نے بجٹ 15-2014 سے متعلق ہماری تجاویز پر نہایت دلچسپی ، دلجمعی اور سنجیدگی سے بحث میں حصہ لیا۔ اور اپنے قابل قدر خیالات سے ہمیں نوازا ہے۔ اس موقع پر میں سینٹ آف پاکستان کے اراکین اور خصوصاً سینٹ کی قائمہ کمیٹی برائے فنانس کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے نہ صرف بجٹ تجاویز پر بحث میں بھرپور حصہ لیا ہے بلکہ سینٹ کی جانب سے آئینی تقاضے کو پورا کرتے ہوئے سفارشات ہم کو بھجوائیں، جوکہ بہت جلد قومی اسمبلی کے زیرغور آئیں گی۔

جناب سپیکر!

وفاقی بجٹ ایک قومی دستاویز ہے۔ یہ صرف حکومت سے متعلق نہیں ہے بلکہ اس کے اثرات پوری معیشت اور تمام لوگوں پر پڑتے ہیں۔ لہٰذا یہ قدرتی امر ہے کہ معزز اراکین اسمبلی نے اس کی تجاویز پر بے لاگ تبصرہ کیا ہے، اور اس کو بہتر بنانے کے لیے اپنی تجاویز بھی حکومت کو دی ہیں۔ میں قائد حزب اختلاف قومی اسمبلی جناب خورشید شاہ ، قائد حزب اختلاف سینٹ جناب اعتزاز احسن اور دیگر حزب اختلاف کی جماعتوں کے قائدین جن میں شاہ محمود قریشی، آفتاب شیر پاؤ، محمود خان اچکزئی اور صاحبزادہ طارق اللہ خان صاحب شامل ہیں، کا خصوصاً ذکر کرنا چاہوں گا جن کے خیالات ہمارے لیے خصوصی اہمیت کے حامل ہیں اور ہماری پوری کوشش ہوگی کہ ہم ان کی مثبت تجاویز اور مشوروں سے استفادہ کریں۔ معاشی امور میں ہماری یہ سوچی سمجھی رائے ہے کہ ہم ایک قومی اتفاق رائے پیدا کریں تاکہ معاشی ترقی کی اہم ترین ضرورت یعنی ایک ایسے ماحول کی فراہمی جو Predictability اور پالیسی کے تسلسل (Consistency, Continuity)

پر مبنی ہو، وجود میں لایا جاسکے۔ اسی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم نے دونوں ایوانوں میں کی جانے والی بحث کو بہت غور سے سنا ہے ، اس سے متعلق Notes لیے اور بعد ازاں ہر ایک تجویز کے اوپر ہم نے رائے قائم کی ہے۔

جناب سپیکر!

آج جب میں بجٹ سے متعلق بحث سمیٹ رہا ہوں۔ تو میری یہ کوشش ہو گی کہ میں سب سے پہلے ان اہم تبصروں پر بہت اختصار سے اپنا موقف بیان کروں گا جو مختلف اراکین پارلیمنٹ نے کئے ہیں۔ اس کے بعد میں اُن نظرثانی شدہ تجاویز کو ایوان کے سامنے رکھوں گا جو ہم نے اُن کی گفتگو اور دوسرے Stakeholders کے ساتھ مزید Discussions کو مدنظر رکھتے ہوئے ازسرنو بنائی ہیں اور آخر میں اس ساری بحث کو سمیٹتے ہوئے چند اختتامی گزارشات آپ کے سامنے رکھوں گا۔

سب سے پہلے تو میں سینٹ کے معزز اراکین کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گا جنہوں نے اپنی سفارشات ہم تک پہنچائیں۔ ان سفارشات کی کل تعداد 133 ہے۔جس میں سے 57 ہم نے مکمل یا جزوی طور پر منظور کر لی ہیں، علاوہ ازیں 49 سفارشات ایسی ہیں۔ جو غور طلب ہیں یا جن میں دیگر محکموں اور صوبائی حکومتوں سے مشاورت درکار ہے۔ یا اُن سے منسلک ہیں۔ لہذا اُن پر عملدرآمد کا فیصلہ Due Process اور اُس کی روشنی میں کیا جائے گا۔

عمومی تبصرے اور تنقید

جناب سپیکر!

سب سے پہلے میں بغیر کسی کا نام لیتے ہوئے اُن تبصروں اور تنقید کا جواب دینا چاہتا ہوں جو معزز اراکین نے اپنی تقاریر میں کئے ہیں:

(i) بجٹ سرمایہ داروں ، وڈیروں اور صنعت کاروں کے لیے ہے : مجھے حیرانگی ہے کہ کوئی انصاف

پسند ذہن ہماری بجٹ تجاویز سے اتنا غلط نتیجہ اخذ کر سکتا ہے۔ ہماری تو ساری کوشش عام آدمی کی فلاح و بہبود اور خصوصاً کمزور طبقات کے لیے آسانیاں اور روزگار کے مواقع پیدا کرنا ہے۔ ایک ایسا بجٹ جس میں Income Support کی مد میں ایک سال میں ہم نے وسائل کی فراہمی کو 40 ارب روپے سے تقریباً 3 گنا بڑھا کر 118 ارب روپے کر دیا ہو، جس میں ماہانہ وظیفہ 1000 روپے سے 50 فیصد بڑھا کر 1500 روپے ماہانہ کر دیا گیا ہو ، اور جس میں امداد حاصل کرنے والے خاندانوں کی تعداد کو 41 لاکھ سے بڑھا کر 53 لاکھ کر دیا گیا ہو اسے کوئی کیونکر سرمایہ دارانہ بجٹ قرار دے سکتا ہے۔

ایک ایسا بجٹ جس میں . کسانوں کے لیےفصلوں کی انشورنس ساڑھے 12 ایکڑ سے بڑھا کر 25 ایکڑ تک فراہم کی جائے، جس میں مویشیوں کے لیے انشورنس اسکیم کا آغاز کیا جائے ، جس میں کسانوں کو قرضے فراہم کرنے کے لیے ضمانت فراہم کرنے کا پروگرام شروع کیا جائے اور جس میں زراعت کے شعبہ کے لیے قرضے کی فراہمی جو 13-2012 میں صرف 336 ارب روپے تھی ، اُس کو آئندہ سال 500 ارب روپے تک بڑھا دیا جائے جو تقریباً 50 فیصد اضافہ ہے۔ اس بجٹ کو کون وڈیروں کا بجٹ کہہ سکتا ہے ۔

ایک ایسا بجٹ جس میں ٹیکس تجاویز کا نصف حصہ مراعات کو واپس لینے پر مبنی ہو، جو ٹیکس Base کو بڑھا رہا ہو تاکہ ملک کی ترقیاتی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے وسائل کی فراہمی ہو ، اس بجٹ کو کوئی کیونکر صرف صنعت کاروں اور کاروباری لوگوں کا بجٹ قرار دے سکتا ہے۔

جناب سپیکر! میں اس سلسلے میں اگر اپنی گزارشات جاری رکھوں تو اس ایوان کا قیمتی وقت ضائع ہو گا لہٰذا میں صرف یہ کہنے پر اکتفا کروں گا کہ یہ تنقید برائے تنقید ہے اور اس میں کوئی تعمیری پہلو نہیں ہے۔

(ii) **صوبوں سے سرپلس واپس وفاق میں منتقل کیا جا رہا ہے:** یہ تاثر بہت ہی بنیادی غلط فہمی پر مبنی ہے۔ صوبوں کو منتقل کئے جانے والے وسائل مکمل طور پر ان کی ملکیت ہوتے ہیں اور یہ تاثر غلط ہے کہ یہ وسائل سرپلس کی صورت میں وفاق میں واپس آرہے ہیں۔ اس سرپلس

کے مالک صوبے ہیں اور انہی کے اکاؤنٹ میں یہ وسائل موجود رہتے ہیں۔ ہم نے معاشی بحالی کے جس عمل کا آغاز کیا ہے اُس کا اہم ترین نقطہ بجٹ کے خسارے میں کمی کرنا ہے اس کے لیے ہمارا بڑا انحصار محصولات کی وصولی میں خاطر خواہ اضافہ کرنا ہے۔ لیکن یہ سوچنے کی بات ہے کہ اگر ہم زیادہ وسائل حاصل کریں اور ان کا ایک بڑا حصہ صوبوں کو منتقل ہو اور وہ اُس اضافے کے حساب سے ہی اگر اپنے اخراجات کو بڑھا دیں تو یہ ممکن نہیں ہوگا کہ قومی سطح پر بجٹ کا خسارہ کم کیا جاسکے۔ ہم نے اس سلسلے میں Council of Common Interest کے مشورے سے یہ اہتمام کیا ہے کہ صوبوں کو سرپلس پیدا کرنے کے لیے ترغیب دی جائے۔ لہٰذا اب ہم صوبوں کی بچت اور صوبوں کے سرپلس فنڈز پر وہی مارک اَپ (منافع) ادا کرتے ہیں جو کہ ہم T-Bills خریدنے والوں کو ادا کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں ہم نے پہلی تین سہ ماہیوں میں صوبوں کو 4 ارب سے زیادہ مارک اَپ ادا کیا ہے۔ اُن سرپلس فنڈز پر جو انہوں نے اسٹیٹ بنک میں رکھے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ اس وضاحت کے بعد میرے اُن معزز اراکین کے خدشات دور ہو گئے ہوں گے جنہیں یہ گمان تھا کہ یہ سرپلس فنڈز صوبوں سے وفاق میں منتقل ہو رہے ہیں۔

(iii) **صحت اور تعلیم کے معاملات صوبوں کو منتقل ہو گئے ہیں، لہٰذا وفاقی حکومت ان شعبوں میں کیوں اخراجات کر رہی ہے:** یہاں پھر ایک بڑی غلط فہمی کو میں دور کرنا چاہوں گا۔ صحت اور تعلیم سے متعلق جو وسائل مہیا کئے جا رہے ہیں وہ درحقیقت یا تو Vertical Programs جو صوبوں میں چل رہے ہیں ان کو فراہم کئے جارہے ہیں یا وفاقی سطح پر ذمہ داریوں کو پورا کیا جا رہا ہے۔ تعلیم کے معاملے میں وسائل بنیادی طور پر اعلیٰ تعلیم (Higher Education) سے متعلق ہیں۔ یہ دونوں اضافی ذمہ داریاں وفاقی حکومت نے اپنے کاندھوں پر ڈالی ہیں اور ہرچند کہ یہ ذمہ داریاں صوبوں کو منتقل ہو گئیں۔ CCI کے فیصلے کے مطابق موجودہ NFC کی مدت جو 15-2014 میں ختم ہو جائے گی وفاقی حکومت ان دونوں شعبوں میں وسائل مہیا کرتی رہے گی۔ میری اس وضاحت کے بعد یہ غلط فہمی دور ہو جانی چاہیے کہ وفاقی حکومت کسی طرح بھی اٹھارویں آئینی ترمیم میں دی جانے والی صوبائی

خودمختاری میں مداخلت کر رہی ہے۔

(iv) SROs کے ذریعے سرمایہ داروں کو 470 ارب روپے کی مراعات دی گئی ہیں: جناب سپیکر! یہاں میں پھر حیران ہوں کہ کوئی یہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ ہم نے 470 ارب روپے کی مراعات ٹیکسوں میں چھوٹ کے ذریعے دی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے وہ کام کیا ہے جو ملک کی تاریخ میں اس سے پہلے کسی اور حکومت کو کرنے کی توفیق نہیں ہوئی۔ ہم نے ایک تفصیلی مطالعے کے بعد ان تمام مراعات کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالا ہے جو گزشتہ 67 سالہ تاریخ میں مختلف حکومتوں نے وقتاً فوقتاً جاری کی ہیں۔ ہم نے ایک ایسی اصلاح کا عمل شروع کیا ہے جس کے ذریعے سے ہم SROs کے ذریعے دی جانے والی مراعات کا خاتمہ کر دیں گے۔ یہ تین سالہ پروگرام بالآخر اس بات پر ختم ہوگا کہ SROs کے ذریعے ٹیکسوں میں رد وبدل ممکن نہیں رہے گا اور صرف اور صرف پارلیمنٹ کے پاس یہ اختیار ہو گا کہ وہ ٹیکسوں میں رد و بدل کے فیصلے کرے۔ اس پروگرام کے پہلے مرحلے میں ہم نے SROs کے ذریعے دی جانے والی مراعات میں 103 ارب روپے کی چھوٹ کو آئندہ مالی سال 15-2014 میں ختم کر دیا ہے۔ یہ عمل جاری رہے گا اور آئندہ آنے والے دو مالی سالوں میں اِن مراعات میں مزید کمی کی جائے گی۔ یہاں میں یہ بھی بتاتا چلوں کہ کچھ مراعات ایسی ہیں جن کو ہم برقرار رکھیں گے مثلاً پٹرولیم Products اور Fertilizer کی درآمد پر دی جانے والی چھوٹ قائم رہے گی اور اس کے لیے ہم نے ایک علیحدہ Chapter کسٹمز ایکٹ میں بنایا ہے جو اس چھوٹ کو تحفظ فراہم کرے گا۔ تاکہ یہ چھوٹ ختم کرنے سے عام آدمی متاثر نہ ہو۔

(v) 480 ارب روپے کا Circular Debt ادا کرنے کے باوجود 350 ارب روپے کا Circular Debt ایک سال میں دوبارہ کھڑا ہو گیا ہے: جناب سپیکر! میں آپ کو یہ بتانا چاہوں گا کہ ہم نے Electricity Tariff کی ایسی پالیسی بنائی ہے جس کے ذریعے کمزور طبقات کے لیے متعلقہ ٹیرف نہیں بدلا گیا ہے اور یہ کمزور طبقات وہ نہیں ہیں جو 50 یونٹ تک بجلی استعمال کرتے ہیں بلکہ 200 یونٹ تک بجلی استعمال کرنے والے صارفین اس میں

شامل ہیں۔ مزید یہ کہ 200 سے 300 یونٹ والے صارفین اُن کے ٹیرف میں بھی وہ اضافہ نہیں کیا گیا جوکہ درکار تھا۔اب اگر ہم یہ دیکھیں کہ وہ صارفین جن کو حکومت Subsidy فراہم کررہی ہے تو وہ تقریباً70فیصد گھریلو صارفین ہیں۔ اس ختم ہونے والے مالی سال میں ہم Power Sector Subsidy میں تقریباً 300 ارب روپے فراہم کر رہے ہیں جس میں سے 252 ارب روپے پہلے ہی ادا کئے جا چکے ہیں۔ یہ کہنا غلط ہے کہ 350 ارب روپے کا Circular Debt دوبارہ کھڑا ہو گیا ہے۔ یہ درست ہے بجلی پیدا کرنے کی پوری لاگت وصول نہیں کی جا رہی جس کی وجہ سے NTDC پاور پروڈیوسرز کو پوری ادائیگی نہیں کر پا رہی لیکن ان عدم ادائیگیوں (Payables) کے مقابلے میں NTDC کے پاس ایک بڑی تعداد عدم وصولیوں (Receivables) کی ہے۔ اور اب ہم وصولیوں کے معاملات پر توجہ دے رہے ہیں اور حال ہی میں وزیراعظم نے ایک اعلیٰ اختیاراتی کمیٹی بنائی ہے جو وصولیوں کی رفتار کو تیز تر کرے گی۔

(vi) **FBR نے 2475 ارب روپے کے بجائے صرف 2275 ارب روپے ٹیکس وصول کیا ہے۔ جس کی وجہ سے صوبوں کو وسائل کی شدید کمی کا سامنا ہے:** جناب سپیکر! 2475 ارب روپے کا بجٹ اس بنیاد پر رکھا گیا تھا کہ ہمیں حکومت سنبھالنے کے موقع پر یعنی 7جون 2013 ءکو بتایا گیا کہ اس سال محصولات کی وصولی 2050 ارب روپے ہوگی لیکن حقیقتاً جب آخری اعداد وشمار ہمارے پاس جولائی 2013 میں آئے تو معلوم ہوا کہ صرف 1946ارب روپے کی وصولی کی گئی ہے۔ ہم نے محصولات میں اضافے کیلئے 20فیصد کا ہدف رکھا تھا، اب اگر بنیاد (Base) 2050 ارب روپے سے کم ہوکر 1946 رہ جائے تو 20فیصد اضافے سے محصولات کا ہدف 2345 ارب روپے آتا ہے اور اسی کے حصول کیلئے ہم نے اس سال تگ و دو کی ہے۔ ہم نے بڑی حد تک اپنا ہدف حاصل کر لیا ہے سوائے اُس 70 ارب روپے کی کمی کے جو درآمدات میں کمی اور Rupee Appreciation کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ ہم نے Revised Estimate 2275 کا دیا ہے جو اس کمی کو مدنظر رکھ کر حاصل ہوگا۔ ہماری یہ کارکردگی 16فیصد سے زیادہ ہے جوکہ گزشتہ سال کی 3فیصد کارکردگی سے کہیں

زیادہ ہے۔ جہاں تک صوبوں کے وسائل میں کمی کا تعلق ہے تو میں یہ کہوں گا کہ ہمیں ہر مرحلے پر صوبوں کو اپنی کارکردگی سے آگاہ کیا ہے اور اُن کو یہ مشورہ دیا ہے کہ وہ اپنے اخراجات فراہم کردہ وسائل کے اندر ہی رکھیں۔ یہ طے شدہ اصول ہے کہ بجٹ بناتے وقت اندازے لگائے جاتے ہیں اور اگر ان کے برخلاف نتائج حاصل ہوں تو وفاقی حکومت بھی اپنے اخراجات میں کمی کرتی ہے اور یہی کام صوبے بھی کرتے ہیں۔

(vii) حکومت Fiscal Responsibility and Debt Limitation Act 2005(FRDL) کی مسلسل خلاف ورزی کر رہی ہے: جناب سپیکر! Fiscal Responsibility and Debt Limitation Act 2005(FRDL) کے تحت ہم نے ورثے میں Public Debt 63.9 فیصد آف GDP پر حاصل کیا تھا۔ ہم نے بہت مشکل Fiscal Adjustment ایک سال میں حاصل کیا ہے۔ یعنی 2.4فیصد تک ہم نے Deficit کو کم کیا ہے۔ 8.2 فیصد Deficit کو 5.8 فیصد تک محدود کر دیا ہے جبکہ ہم نے ترقیاتی وسائل میں کوئی کٹوتی نہیں کی ہے۔ ماضی میں اگر بجٹ کا خسارہ کم کیا جاتا تھا تو اس کے لیے ترقیاتی بجٹ کو کاٹا جاتا تھا ہم نے اِس روایت کو ختم کیا ہے۔اس عمل کا ایک مثبت نتیجہ پبلک ڈیٹ میں لامحالہ کمی کی صورت میں سامنے آرہا ہے جس کا اس وقت اندازہ 62 فیصد تک کا ہے۔ لہٰذا ہم کو FRDL کی خلاف ورزی جو وراثت میں ملی، اس کو تقریباً 2فیصد سے کم کر رہے ہیں۔ اگلے دو سالوں میں ہم اس کو 60فیصد آف GDP سے نیچے لے آئیں گے جوکہ قانون کی ضرورت ہے۔ ہم نے اگر IMF سے قرضہ حاصل کیا ہے تو اس کی بنیادی وجہ اُس قرضے کی واپسی ہے جو ماضی میں بڑی مقدار میں حاصل کیا گیا اور ہماری حکومت کے لیے ادائیگی کے لیے چھوڑ دیا گیا۔ہم نے ملک کو ڈیفالٹ سے بچانے کے لیے یہ قدم اٹھایا اور آج ہماری پالیسیوں کے نتیجے میں ہم اُس مقام پر کھڑے ہیں جب ملک کو اس طرح کا کوئی خطرہ لاحق نہیں ہے۔

(viii) ترقیاتی پروگرام کو بنانے میں صوبوں کے ساتھ مشاورت نہیں کی گئی: جناب سپیکر! اس بات

میں کوئی حقیقت نہیں ہے کہ ہم نے صوبوں سے مشاورت نہیں کی۔ آپ کے علم میں ہے کہ ملک کا سالانہ ترقیاتی پروگرام (Annual Development Plan) نیشنل اکنامک کونسل (NEC) منظور کرتی ہے جس کی سربراہی وزیراعظم کرتے ہیں اور چاروں صوبائی وزرائے اعلیٰ اور دیگر وزراء اور خصوصی علاقوں سے تعلق رکھنے والے اعلیٰ افسران شرکت کرتے ہیں۔ ہم نے جو ترقیاتی پروگرام بنایا ہے اس کی منظوری NEC نے دی ہے اور اس میں صوبوں کی طرف سے ملنے والی تجاویز کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔

(ix) **ترقیاتی بجٹ میں Power Sector میں 148 منصوبوں کو مکمل کرنے کے لیے 5000 بلین روپے کی رقم درکار ہے جبکہ اس سال صرف 205 ارب روپے رکھے گئے ہیں جوکہ نہایت ناکافی ہیں:** میں اس سلسلے میں صرف اتنی گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یقیناً ہمیں ترقی کے لیے جو وسائل درکار ہیں وہ اس سے کہیں زیادہ ہیں جو کہ فوری طور پر ہمیں حاصل ہیں لیکن میسر وسائل کا ایک خطیر حصہ یعنی تقریباً 40 فیصد ہم نے صرف اس اہم ترین شعبے کے لیے مختص کیا ہے۔ 525 ارب روپے میں سے 205 ارب روپے ہم نے پاور سیکٹر کے لیے مختص کئے ہیں اور ہم ان وسائل سے تاریخ ساز منصوبوں کا آغاز کر رہے ہیں جس میں داسو، دایامیر، بھاشا ڈیم اور نیلم جہلم منصوبے کی تکمیل جیسے اہم ترین منصوبے شامل ہیں۔ وزیراعظم جناب نواز شریف کا یہ عزم ہے کہ وہ اس ملک کو جس قدر جلدی ممکن ہو سکا تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لے کر جائیں گے۔

(x) **موجودہ حکومت کے دور میں سرمایہ کاری کی شرح پچھلے 50 سال کے مقابلے میں کم ترین ہے:** میرے جس ساتھی نے Sweeping Statement دیا ہے کاش وہ تھوڑا سا Homework کر لیتے اور حقائق کو اچھی طرح سمجھ لیتے۔ اس سلسلے میں میں پہلی بات یہ کہوں گا کہ سرمایہ کاری سے متعلق شائع ہونے والی اعداد وشمار ابھی عبوری ہیں، اگر ان کا موازنہ ماضی سے کرنا ہے تو پھر ماضی کے عبوری اعدادوشمار سے کیا جاسکتا ہے۔ اس سال ہونے والی عبوری سرمایہ کاری کی شرح 14 فیصد ہے ہمیں 50 سال دور جانے کی ضرورت

نہیں ہے۔ 12-2011 میں عبوری سرمایہ کاری کی شرح 12.5 فیصد تھی لہٰذا یہ دعویٰ غلط ہے کہ اس حکومت کے دور میں سرمایہ کاری کی شرح گزشتہ 50 سال سب سے کم ہے۔ لیکن اس سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ ہمیں یہ سمجھنا ہوگا کہ یہ عبوری اندازہ (Estimates Provisional) صرف 9 مہینوں میں حاصل شدہ معلومات پر مبنی ہوتا ہے۔ ایسے شواہد موجود ہیں جو اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ سرمایہ کاری کا عمل تیز ہوا ہے خصوصاً چوتھی سہ ماہی میں۔ اس سلسلے میں پہلی بات میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس سال کے پہلے 11 مہینوں میں نجی شعبے کو قرضوں کی فراہمی (Credit to Private Sector) 329 ارب روپے رہی جبکہ اس کی مقدار گزشتہ سال اسی عرصے میں صرف 33 ارب روپے تھی۔ مزید یہ کہ ان قرضوں کا ایک بڑا حصہ Fixed Investment یعنی مستقل سرمایہ کاری میں استعمال ہوا ہے۔ لہٰذا عبوری اندازا اس صورتحال کی مکمل عکاسی نہیں کر رہا۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ ہم نے اس سال ترقیاتی بجٹ میں کوئی کٹوتی نہیں کی اور پورے 425 ارب روپے کی سرمایہ کاری کی ہے لیکن اس کا بیشتر حصہ ہماری ترجیحات کا تعین ہونے کے بعد چوتھی سہ ماہی (4th Quarter) میں ہوا ہے۔ اب جبکہ حکومت نے GDP کے اعداد وشمار سہ ماہی بنیادوں (Quarterly Basis) پر شائع کرنا شروع کر دیئے ہیں۔ بہت جلد سب کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ اس بات میں کوئی صداقت نہیں ہے کہ ہماری حکومت کے دور میں 50 سال میں کم ترین سرمایہ کاری ہوئی ہے۔

(xi) **گیس سے بجلی کی پیداوار کم کرکے تیل پر منتقل کی گئی ہے جوکہ ایک غلط فیصلہ ہے:** یہاں پھر مجھے حیرت ہے کہ مجموعی تصویر کو پسِ پشت ڈال کر ایک غیر ضروری جزوی بات پر زور دیا جا رہا ہے۔ میں پہلے بڑی تصویر کی طرف جناب سپیکر آپ کی توجہ دلاؤں گا اور اس کے بعد اس جزوی اعتراض کا بھی تسلی بخش جواب دوں گا۔ ہم نے بجلی کے بحران سے نمٹنے کے لیے ہنگامی بنیادوں پر بجلی کی پیداوار کو بڑھایا ہے اور لوڈشیڈنگ کے دورانیے کو بہت حد تک قابو میں رکھنے کی کوشش کی ہے۔ گذشتہ ساڑھے گیارہ مہینوں میں بجلی کی پیداوار 90.4 بلین یونٹس رہی جو کہ گذشتہ سال اسی عرصے میں 83.5 بلین یونٹس رہی تھی۔ یہ اضافہ 8.33

فیصد ہے جبکہ اس میں کوئی نیا پاور پلانٹ ابھی پوری طرح سے Operation میں نہیں آیا ہے۔ آئندہ سال اس میں خاطر خواہ اضافہ ہو گا۔ جب ہماری کوششوں سے کئی نئے منصوبے پایۂ تکمیل تک پہنچیں گے اور جس سے بجلی کی اوسطاً پیداواری لاگت میں کمی بھی واقع ہو گی۔ اس قلیل مدت میں ہمارا مقصد بجلی کی پیداوار کو بڑھانا تھا۔ اس کے برخلاف کہ ہم نسبتاً طویل المدتی مقاصد کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے۔ جو یقیناً ہم آگے چل کر حاصل کریں گے۔ جہاں تک بجلی کی پیداوار میں گیس کی سپلائی کا تعلق ہے تو میں یہاں یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ ماضی میں گیس کی زیادہ فراہمی Fertilizer فیکٹریوں کو بند کر کے اور انڈسٹری کو تقریباً منقطع کر کے حاصل کی گئی جس کی وجہ سے میں نہ صرف ملک کو Fertilizer کی درآمد پر قیمتی زرِمبادلہ کا خطیر حصہ خرچ کرنا پڑا بلکہ صنعتی ترقی میں کمی واقع ہوئی۔ ہم نے گیس کی سپلائی کا بہتر استعمال کیا ہے۔ پاور سیکٹر کو بھی گیس دی ہے۔ Fertilizer کو بھی گیس دی ہے اور Export Oriented انڈسٹری کو بھی گیس کی فراہمی کی ہے۔

(xii) ترقیاتی بجٹ کو 540 ارب روپے سے کم کر کے 350 ارب روپے کر دیا گیا ہے: یہ بات ایک غلط فہمی پر مبنی ہے۔ جیسا میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ ہم نے 2475 ارب روپے کے محاصل کا ابتدائی اندازہ لگایا تھا اور اس کی بنیاد پر ہم نے یہ سوچا تھا کہ ہم 425 کے بجائے 540 ارب روپے کے ترقیاتی اخراجات کریں گے۔ 115 ارب روپے کا اضافہ صرف اس صورت میں ہونا تھا اگر 2475 ارب روپے کے محاصل وصول ہوتے۔ یہی وجہ تھی کہ 115 ارب روپے PSDP میں ایک Block Allocation کے طور پر رکھے گئے۔ اور جب جولائی 2013 میں یہ حقیقت عیاں ہوئی کہ Baseline Revenues 2050 ارب روپے سے کم ہو کر 1946 ارب روپے رہ گئے ہیں تو یہ Block Allocation بھی ختم کر دی گئی۔

(xiii) بیرونی سرمایہ کاروں کو ٹیکس کی چھوٹ ایک غلط فیصلہ ہے: پاکستان جیسے ترقی پذیر ملک کے لیے بیرونی سرمایہ کاری بہت ضروری ہے۔ اس سرمایہ کاری سے صرف بیرونی سرمایہ ملک کے

اندر نہیں آتا بلکہ ٹیکنالوجی اور Management کی صلاحیتیں بھی آتی ہیں۔ پاکستان پچھلے 12 سال سے دہشت گردی اور امن وامان کی بدترین صورت سے دوچار ہے۔ ان حالات میں بیرونی سرمایہ کاری نہ ہونے کے برابر رہ گئی ہے ۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ بیرونی سرمایہ کاری کو ترغیبات دی جائیں۔ مقامی سرمایہ کاروں کے لیے دیگر ترغیبات موجود ہیں ، جو فی الحال ان کی ضرورتوں کے مطابق ہیں۔

(xiv) بجلی کے لائن لاسز بڑھ گئے ہیں اور لوڈ شیڈنگ میں 12 سے 18 گھنٹے تک کا اضافہ ہوگیا ہے: یہ دونوں دعوے درست نہیں ہیں کیونکہ ہمارے بجلی کے لاسز میں 1.5 فیصد کی کمی واقع ہوئی ہے اور لوڈ شیڈنگ کا دورانیہ گذشتہ سال کے مقابلے میں بہت کم رہا ہے۔

(xv) 10 فیصد تنخواہوں کا بڑھانا بہت کم ہے جبکہ پیپلز پارٹی نے اپنے دور میں 125فیصد اضافہ کیا: جناب سپیکر! میں نے اپنی پہلی بجٹ تقریر میں معیشت کی زبوں حالی کا تذکرہ کیا تھا جو ہمیں ورثے میں ملی ہے۔ مجھے حیرت ہے کہ کوئی یہ بات کیونکر ایک اعزاز کے طور پر بیان کرسکتا ہے کہ وسائل کے نہ ہوتے ہوئے انہوں نے تنخواہوں میں 125 فیصد اضافہ کر دیا۔ یہ اضافہ ضرور کیا گیا لیکن آپ یاد کریں کہ ان کے دور میں 7فیصد کا اوسطاً بجٹ خسارہ تھا اور آخری سال میں 8.8فیصد کا جو ہم کرکے تین ہفتوں میں 8.2فیصد تک لائے۔ ہم ایک ذمہ دارانہ Fiscal Policy چلا رہے ہیں لہٰذا ہم نے جو 10فیصد اضافہ کیا ہے وہ Inflation اور وسائل کو مدنظر رکھ کر کیا گیا ہے۔

(xvi) حکومت نے وعدے کے خلاف اراکین اسمبلی میں ایک کروڑ فی کس ڈویلپمنٹ سکیموں کے لیے فراہم نہیں کیا: جناب سپیکر! ہم نے اس سال اس سلسلے میں وسائل فراہم کئے تھے اور ہم آئندہ بھی یہ وسائل فراہم کرنے کے لیے تیار ہیں لیکن یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو فی الحال سپریم کورٹ آف پاکستان کے سامنے زیرِغور ہے لہٰذا عدالت عالیہ کے فیصلے کا ہم انتظار کر رہے ہیں جس کی روشنی میں ہم مزید لائحہ عمل طے کریں گے۔

(xvii) Income Tax کا دائرہ Retailers تک بڑھایا جائے: ہم نے اس بجٹ میں اس سلسلے کی اہم پیش رفت کر دی ہے اور ہم اس عمل میں وقت کے ساتھ ساتھ مزید بہتری لائیں گے۔

(xviii) KPK کو AGN Kazi فارمولا کے تحت Net Hydel Profits ادا نہیں کئے جا رہے: یہ مسئلہ وفاقی حکومت اور خیبر پختونخواہ کی حکومتوں کے درمیان زیرِ غور ہے اور ہم انشاء اللہ اس کا حل نکالیں گے۔ لیکن میں یہ ضرور واضح کرنا چاہتا ہوں کہ پچھلے NFC کے موقع پر یہ طے ہوا تھا کہ KPK کو اس مد میں 110 ارب روپے ادا کئے جائیں گے جو وفاقی حکومت باقاعدگی سے ادا کر رہی ہے۔

(xix) KPK کو قومی محصولات کا 15 فیصد غربت ، پسماندگی اور دہشت گردی سے متاثر ہونے اور Frontline Province ہونے کی وجہ سے ادا کیا جانا چاہیے: یہ مسئلہ NFC سے متعلق ہے جو موجودہ ایوارڈ کی تکمیل یعنی 15-2014 کے بعد زیرِ غور آئے گا اور جس کے متعلق مشاورت کا عمل جلد ہی شروع ہوگا۔

(xx) زراعت کی آمدنی پر انکم ٹیکس لگایا جائے: جناب سپیکر! جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ ایک آئینی معاملہ ہے لہٰذا اس میں وفاقی حکومت صوبوں کو مشورہ دے سکتی ہے اور ان کو ترغیب دے سکتی ہے۔ لیکن اس کا حل صوبوں ہی نے نکالنا ہے۔ ہم وقتاً فوقتاً مناسب فورم پر صوبوں کی توجہ اس طرف مبذول کراتے رہتے ہیں۔

(xxi) بجٹ کے فوراً بعد SROs کی اشاعت : جناب سپیکر کچھ اراکین نے اس بات پر اعتراض کیا ہے کہ بجٹ پیش ہونے کے دوسرے دن ہم نے اُس میں موجود ٹیکس سے متعلق کچھ تجاویز کو دوسرے دن سے نافذ العمل کر دیا ہے۔ اس سلسلے میں میری گذارش ہے کہ یہ عمل ہم نے سپریم کورٹ کے فیصلے اور گذشتہ سال کے تجربے کی بنیاد پر کیا ہے۔ ہم نے جو کچھ کیا

ہے آئینی تقاضوں اور قانونی ضرورتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا ہے۔

(xxii) یوروبانڈز کی Cost : کئی معزز اراکین نے یہ کہا ہے کہ ہم نے یورو بانڈ مہنگی شرح پر حاصل کیا ہے ۔ میں نے بہت تفصیل سے اپنی تقریر میں اس کا جواب دیا تھا اور میں پھر دہرائے دیتا ہوں کہ یورو بانڈ پر اوسطاً شرح جو ہمیں 7.75 فیصد پڑی ہے ، وہ مقامی قرضوں کی شرح جو اِسی مدت کے لیے ہم حاصل کر رہے ہیں، کے مقابلے میں بہت کم ہے جو کہ 12.3 فیصد ہے۔ لہذا اس بات میں کوئی صداقت نہیں ہے کہ ہم نے یورو بانڈ پر ہم مہنگی شرح ادا کر رہے ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کو اس بانڈ کے اجراء اور اس سے مقامی قرضوں کی واپسی کی وجہ سے اربوں روپے کی Markup Cost کی سالانہ بچت حاصل ہو رہی ہے۔

(xxiii) GDP کے اعداد و شمار: جناب سپیکر! کچھ معزز اراکین نے بین الاقوامی اداروں اور کچھ بلا جواز تنقید کرنے والے نام نہاد ماہرین کے خیالات کی بنیاد پر GDP سے متعلق اعداد و شمار پر تبصرہ کیاہے۔ میں آپ کے سامنے ایک بہت ہی سادہ بات رکھنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ بین الاقوامی اداروں نے GDP سے متعلق اندازے (Projections) لگائے ہیں۔ جبکہ مئی میں شائع ہونے والے اعداد و شمار ابھی سامنے نہیں آئے تھے۔ ان اعداد و شمار کی موجودگی میں اب اندازوں کا وقت ختم ہو گیا ہے۔4.14 فیصد کی شرح اب عبوری طور پر حاصل ہو چکی ہے۔ اس کی موجودگی میں اب اندازے نہیں لگائے جائیں گے تاوقتیکہ ہمارے پاس نظرثانی شدہ اعدادوشمار سامنے آئیں جو کہ آئندہ سال ممکن ہو سکے گا۔ دوسری بات میں یہ کہوں گا کہ یہ اعداد وشمار جو Pakistan Bureau of Statistics (PBS) نے شائع کیے ہیں بالکل اسی طرح سے شائع ہوئے ہیں جیسے ہمیشہ ہوتے چلے آ رہے ہیں۔میں نے یا حکومت کے کسی اور افسر نے اس کام میں کوئی مداخلت نہیں کی ہے۔میں نے تو PBS کو خود مختاری دلانے میں پہلے ہی اہم کردار ادا کیا ہے۔ لہذا میں تو اس کو مزید بہتر بنانے اور آزادانہ کام کرنے کے لیے تمام تر ماحول اور مواقع فراہم کرنے کے لیے آپ کے ساتھ ہوں۔

نظرثانی شدہ تجاویز

زراعت کے لیے پیکج : جناب سپیکر! جیسا کہ آپ کے علم میں ہے ، ہم نے زرعی ترقی اور کسان کی فلاح و بہبود کے لیے اس بجٹ میں دور رس اقدامات کیئے ہیں۔ میں زراعت کو دیئے جانے والے بجٹ پیکج کو دوہرانا نہیں چاہوں گا لیکن آپ کے سامنے میں اس میں مزید بہتری کا اعلان کرنا چاہتا ہوں۔

(i) اراکین کی ایک بڑی تعداد نے ہماری توجہ اس جانب مبذول کروائی ہے کہ ملک میں فاسفیٹ فرٹیلائزر کا استعمال اس کی قیمت بڑھنے کی وجہ سے کم ہوتا جا رہا ہے جو ہماری زرعی پیداوار میں کمی کا باعث بن رہا ہے۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ اس کھاد کے استعمال کو فروغ دیا جائے جو صرف اُس صورت میں ممکن ہے جب اس کی قیمت میں کمی واقع ہو۔ ہم نے صوبائی حکومتوں کی مشاورت سے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس سلسلے میں ہم 14 ارب روپے کی Subsidy فراہم کریں گے جو صوبوں اور وفاقی حکومت کے درمیان برابر برابر تقسیم ہوگی۔ اس Subsidy کی وجہ سے فاسفیٹ کھاد اور پوٹاش کی ایک بوری میں 400 روپے کی کمی آئے گی۔ مجھے یقین ہے کہ اس ایک اقدام سے ہماری زرعی پیداوار میں اضافہ ہوگا اور کسانوں کی پیداواری صلاحیت بہتر ہو گی۔

(ii) جیسا کہ میں نے بجٹ تجاویز میں اعلان کیا تھا ٹریکٹرز کے اوپر سیلز ٹیکس جو یکم جولائی سے 16 فیصد کی شرح سے لاگو ہونا تھا اُس کو کم کر کے 10 فیصد کی شرح پر لگایا جا رہا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہم نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ مقامی صنعت کو تحفظ دینے کے لیے درآمد شدہ ٹریکٹرز پر سیلز ٹیکس کی شرح 16 فیصد ہی رکھی جائے گی۔سندھ سے ہمارے بھائیوں نے یہ درخواست کی ہے کہ اُن کے صوبے میں Balarus ٹریکٹر مقبول ہے اور بڑے پیمانے پر اس کا استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ سندھ کے کسانوں کے لیے یہ تجویز مشکلات کا باعث ہوسکتی تھی۔ یہ ایک مثبت تجویز ہے اور اس کا احترام کرتے ہوئے ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ درآمدشدہ ٹریکٹرز پر سیلزٹیکس کی شرح بھی 10 فیصد ہی رکھی جائے۔

اضافی برآمدات(Incremental Exports) پر Drawback کی سہولت: جناب سپیکر! جیسا کہ آپ کے علم میں ہے حکومت نے اس بجٹ میں ٹیکسٹائل سیکٹر کے لیے ایک پیکیج کا اعلان کیا ہے۔ جو اس سیکٹر کو +GSP کی صورت میں ملنے والا موقع سے پورا فائدہ اٹھانے کے لیے مدد گار ثابت ہو گا۔ اس موقعے پر دیگر Exports سیکٹرز کے لوگوں نے ہم سے درخواست کی ہے کہ کیونکہ اس سہولت کا اصل مقصد برآمدات میں اضافہ ہے لہذا وہ بھی چاہیں گے کہ اس چیلنج کو قبول کریں اور پھر یہ کہ اُن کی برآمدات بھی Value Added کی کیٹگری میں آتی ہیں۔ لہذا یہ سہولت اُن کو بھی دی جائے۔ ہم اس تجویز کا خیر مقدم کرتے ہوئے چند اضافی اشیاء کی Exports جو Value Added سیکٹر سے تعلق رکھتی ہیں مثلاً Leather Manufactures ، Sports Goods، Footwears، Surgical Instruments، Cutlary، Engineering Goods، اور Furniture وغیرہ کو بھی یہ سہولت فراہم کریں گے۔ (ملاحظہ ہو Annexure-I)

گیس انفراسٹرکچر ڈویلپمنٹ سیس (GIDC) : جناب سپیکر! ہم نے بجٹ میں تجویز کیا تھا GIDC کی شرح جن Consumers پر لاگو ہے ان کو 300 روپے فی MMBTU کر دیا جائے۔ یہ ہم نے اس لیے نہیں کیا تھا کہ ہم اس پوری شرح سے اس میں اضافہ کریں لیکن صرف اس لیے کہ ہمیں اس میں ردوبدل کرنے میں آسانی رہے۔ ہمارے سامنے جو آراء آئی ہیں ۔ اراکین کی طرف سے اور صارفین کی طرف سے ، اُس کی روشنی میں یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ ہم اس کی شرح میں صرف اتنا اضافہ کریں گے جو کہ مطلوبہ ہے۔ لہٰذا ہم ایک نئے شیڈول کو اپنی تجاویز میں شامل کررہے ہیں جس کی رو سے GIDC کی شرح میں کمی واقع ہو گی اور وہ صرف مطلوبہ حد تک لگایا جائے گا۔ مجھے یقین ہے کہ اس کی وجہ سے وہ خدشات جو مختلف صارفین کو پیدا ہوئے تھے وہ دور ہوجائیں گے۔ (ملاحظہ ہو Annexure-II)

FATA کے لیے Incentives Package: بجٹ تجاویز میں ہم نے فاٹا میں Industry کے فروغ کے لیے ایک Incentives Package کا اعلان کیا تھا۔ تاہم اس سلسلے میں کسی معیاد کا تعین نہیں کیا گیا تھا۔ لوگوں میں ان Incentives کے تسلسلے کے بارے میں موجود بے یقینی کے خاتمے کے لیے فیصلہ کیا گیا ہے کہ یہ Incentives Package پانچ سال کے لیے دیا جائے گا۔ اور یکم جولائی 2014

سے 30جون2019 تک نافذ العمل رہے گا۔

گلگت بلتستان، صوبہ بلوچستان اور مالاکنڈ ڈویژن میں صنعت کے فروغ کے لیے پیکیج: فنانس بل میں گلگت بلتستان، صوبہ بلوچستان اور مالاکنڈ ڈویژن میں پھلوں کی Processing اور Preservation کے یونٹ لگانے کے لیے درآمد شدہ پلانٹ، مشینری اور سامان پر سیلز ٹیکس میں چھوٹ تجویز کی گئی تھی۔ میں نے اپنی تقریر میں جس پیکیج کا اعلان کیا تھا اس میں FATA بھی شامل تھا۔ کچھ اراکین نے اس خدشے کا اظہار کیا ہے کہ شاید ہم نے FATA کونظرانداز کیا ہے لہذا یہ وضاحت کی جاتی ہے کہ FATA بھی اس میں شامل ہے اور فنانس بل میں ضروری ترمیم کی جارہی ہے۔ اور یہ سہولت FATA میں ہرطرح کی انڈسٹری کو حاصل ہو گی۔

First Class International Air Tickets پر انکم ٹیکس کی شرح: بجٹ میں تجویز پیش کی گئی تھی کہ First Class International Air Tickets پر Filers کے لیے 3 فیصد اور Non-Compliant کے لیے 6 فیصد شرح کے حساب سے انکم ٹیکس لاگو کیا جائے گا۔ International Air Transport Association (IATA) اور ہوابازی کی صنعت (Airline Industry) نے نشاندہی کی ہے کہ عملی طور پر اس کو نافذ کرنے میں تکنیکی مشکلات حائل ہیں۔ چنانچہ نظرثانی شدہ تجویز پیش کی جاتی ہے کہ 4 فیصد کے حساب سے یکساں ٹیکس لاگو کیا جائے گا۔

خوردنی تیل کے بیجوں کی درآمد پر سیلز ٹیکس کی شرح: Solvent Extractors کی جائز مشکلات کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ فیصلہ کیا گیا کہ خوردنی تیل کے بیجوں پر درآمدی سطح پر عائد سیلز ٹیکس کی شرح کو 17 فیصد کی بجائے 16 فیصد کر دیا جائے تاکہ مقامی سطح پر پیدا شدہ یا مقامی ذرائع سے حاصل شدہ خوردنی تیل کی قیمتیں درآمد شدہ خوردنی تیل سے نہ بڑھنے پائیں۔ اور نتیجتاً ان کی مصنوعات کی قیمتیں معقول سطح پر رہیں۔

انٹرنیشنل کلیئرنگ ہاؤس پالیسی کا ازسرنو جائزہ:

- ICH پالیسی کا اجراء 13 اگست 2012ء کو ہوا اور یہ پالیسی یکم اکتوبر 2012 سے موثر ہے۔

- اس پالیسی کے نتیجے میں انٹرنیشنل کال ریٹس میں فوری طور پر اضافہ ہو گیا جس کا سارا بوجھ براہ راست سمندر پار (Overseas) پاکستانیوں پر پڑا جس سے نہ صرف کال ریٹس 2 امریکی سینٹ فی منٹ سے بڑھ کر تقریباً 8.8 سینٹ فی منٹ تک پہنچ گئے بلکہ Voice Calls کا دورانیہ بھی اپریل 2014ء تک تقریباً دو ارب منٹس فی ماہ سے کم ہوکر تقریباً 5 لاکھ منٹس فی ماہ سے بھی نیچے آ چکا ہے۔
- کال ریٹس کی شرح میں اضافہ بے تحاشا گرے ٹریفک میں اضافے کا باعث بنا۔
- لہٰذا حکومت نے اس پالیسی کا ازسرنو جائزہ لیا ہے جس کے بعد Incoming International Calls پر لیوی کو ختم کرنے اور پاکستان آنے والی Incoming Calls کو ٹیلی کام آپریٹرز کے مابین مقابلے کے تحت لانے کا فیصلہ کیا ہے تاکہ سمندر پار پاکستانیوں کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچایا جا سکے اور گرے ٹریفک کا خاتمہ ممکن ہو سکے۔
- امید ہے کہ اس فیصلہ پر عملدرآمد سے انٹرنیشنل کال ریٹس مقابلے کی فضا میں 8.8 روپے فی منٹ سے کم ہوکر 3 سے 1 روپیہ فی منٹ کے درمیان ہو جائیں گے۔
- اس نئی پالیسی کا اطلاق یکم اگست 2014 سے ہو گا تاکہ Telephone Operators ، Call Termination سے متعلق اپنے معاملات کو ازسرنو منظّم (Reorganize) کرلیں۔
- اس سے سمندر پار پاکستانیوں کے لیے کال سستی ہو گی اور گرے ٹریفک کا خاتمہ ممکن ہو سکے گا۔
- یہ ایک Public Service ہے اور حکومت نے عوامی مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ فیصلہ کیا ہے۔ باوجود اس کے کہ حکومتی Revenue میں خاطر خواہ کمی آئے گی۔

فوجی آپریشن اور IDPs

جناب سپیکر!

جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ ہماری بہادر افواج اس وقت شمالی وزیرستان میں دہشت گردوں کے خلاف کاروائی کر رہی ہیں۔ وزیراعظم نوازشریف نے کل دونوں ایوانوں کو اس سلسلے میں اعتماد میں لیا ہے۔اور جیسا انہوں نے کہا یہ آپریشن اس وقت تک جاری رہے گا جب تک دہشت گردی کے تمام ٹھکانے ختم نہیں کر دیے جاتے۔ میں اس ایوان کے ذریعے ساری قوم کو یہ پیغام دینا چاہتا ہوں کہ حکومت مسلح افواج کی تمام

ضرورتیں پورا کرے گی اور اُن کو مناسب وسائل فراہم کیے جائیں گے۔ علاوہ ازیں ہم اُن پرامن پاکستانی شہریوں عورتوں اور بچوں کو بھی ضروری امداد فراہم کریں گے جو اس آپریشن کے نتیجے میں اپنے گھروں سے بے دخل ہوئے ہیں اور دوسرے مقامات پر پناہ گزین ہیں۔کچھ اراکین پارلیمنٹ نے اس خدشے کا اظہار کیا ہے کہ بجٹ میں اس سلسلے میں ضروری وسائل نہیں رکھے گئے۔ یہ تبصرہ آئین اور قانون سے مطابقت نہیں رکھتا۔ آئین کی رو سے حکومت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ بجٹ میں موجود وسائل کو ایک مد سے دوسری مد میں منتقل (Reappropriation) کرے یا اگر ضرورت ہو تو بجٹ میں وسائل کی عدم موجودگی کے باوجود اضافی اخراجات (Supplementry Grant) کر سکے۔ لہٰذا اس آپریشن کے لیے وسائل کی فراہمی یا پھر IDPs کی دیکھ بھال اور بالآخر واپسی کے لیے جو وسائل درکار ہیں اُن کو پورا کرنے کے لیے ہمیں کسی قسم کی مشکل پیش نہیں آئے گی۔

تازہ ترین معاشی اعداد و شمار

(Latest Economic Indicators)

جناب سپیکر!

اپنی گفتگو کو ختم کرنے سے پہلے میں چاہوں گا کہ چند اہم معاشی اعداد و شمار جو حال ہی میں شائع ہوئے ہیں وہ بھی میں اس ایوان کے سامنے رکھ دوں۔

(1) **نجی شعبے کو ملنے والا قرضہ (Credit to Private Sector)** : جو یکم جولائی 2012 سے 30 مئی 2013 کے دوران 33 ارب روپے رہا، اس سال کے اُسی عرصے کے دوران بڑھ کر 328.9 ارب روپے ہو گیا۔ یہ 796.66 فیصد کا اضافہ ہے اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ نجی شعبے کی سرمایہ کاری میں اضافہ ہوا ہے۔

(2) **برآمدات (Exports)**: جو گذشتہ برس جولائی اور مئی کے دوران 22 ارب 28 کروڑ ڈالر تھیں، رواں مالی سال کے اسی عرصے میں بڑھ کر 23 ارب 11 کروڑ ڈالر ہو گئیں جو کہ 3.72 فیصد کا اضافہ ہے۔

(3) **درآمدات (Imports)**: مالی سال 14-2013 میں جولائی سے مئی کے دوران درآمدات 40

ارب 77 کروڑ ڈالر رہیں۔ جو کہ پچھلے سال کے 41 ارب 1 کروڑ ڈالر سے 0.6 فیصد کم ہیں۔

(4) **ترسیلاتِ زر(Remittances)** : جو مالی سال 13-2012 میں جولائی۔مئی کے دوران 12 ارب75 کروڑ ڈالر رہیں، اُن میں رواں مالی سال کے پہلے 11 ماہ میں 12.39 فیصد کی شرح سے اضافہ ہوا۔ جو بڑھ کر 14 ارب 33 کروڑ ڈالر ہوں گئیں۔

(5) **نئی کمپنیوں کا اجراء** : جو گذشتہ برس جولائی سے مئی کے دوران 3,587 ریکارڈ کیا گیا تھا ، اِس برس کے اُسی عرصے میں 15.33 فیصد کے حساب سے بڑھ کر 4,137 ہو گیا ہے۔

اختتامی کلمات

جناب سپیکر!

میں اپنی گفتگو کو سمیٹتے ہوئے چند آخری گذارشات آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں:

1۔ ہم نے جو بجٹ دیا ہے ، وہ ایک امید اور توقعات سے بھرپور بجٹ ہے۔یہ ایک ایسی معیشت کا بجٹ ہے جس کا مجموعی اعتماد بحال ہو رہا ہے۔ جس میں عوام یہ دیکھ رہے ہیں کہ اُن کی منتخب حکومت شب و روز اُن کی فلاح و بہبود کے لیے اپنی تمام ترتوانائیاں صرف کر رہی ہے۔ جس میں سرمایا کاروں کو یہ یقین ہو چلا ہے کہ یہ حکومت سنجیدگی اور ذمہ داری کے ساتھ معاشی پالیسیوں کی تشکیل کر رہی ہے۔ اورتسلسل اور استقامت کے ساتھ اُن پرعمل کر رہی ہے۔ جس میں بین الاقوامی مالیاتی اداروں اور سرمایہ کاروں کو یہ اطمینان حاصل ہو گیا ہے کہ یہ حکومت اپنی معیشت کی بہتری کے لیے پختہ وعدے کر رہی ہے۔ اوراُن کو پورا کرنے میں مستعد نظر آ رہی ہے۔

2۔ ہم نے اس بجٹ میں اگر معاشی ترقی کو تیزکرنے کے اقدامات کیے ہیں تو دوسری جانب

کمزور اور نچلے طبقات کی فلاح و بہبود کے لیے وسائل مہیا کیے ہیں۔اگر ایک جانب سرمایہ کاری کے عمل کو تیز تر کرنے کے اقدامات اٹھائے گئے ہیں تو دوسری جانب وسائل کی فراہمی کے لیے ٹیکسوں کے دائرے کو وسیع کیا گیا ہے۔ اور پہلے سے موجود ٹیکس گذاروں کے لیے آسانیاں پیدا کی گئی ہیں۔

3۔ یہ ایک ایسا بجٹ ہے جو ایک طویل المدت تناظر میں بنایا گیا ہے۔ ہماری نظر Long Term Growth کی طرف ہے۔ ہم ملک میں انفراسٹرکچر کی تعمیر کر رہے ہیں۔ بجلی کی پیداوار کو بڑھا رہے ہیں۔ بڑی بڑی شاہراہیں تعمیر کر رہے ہیں، ریلوے کی ازسرِ نو بحالی اور ترقی کے انتظامات کر رہے ہیں۔ ملک میں گیس کے وسائل کو بڑھا رہے ہیں۔ ہم بڑے بڑے شہروں میں ٹرانسپورٹ کے مسائل حل کرنے پر نظر رکھ رہے ہیں۔ ان تمام شعبوں میں جب ہم قابلِ قدر ترقی حاصل کر لیں گے تب یہ ممکن ہو گا کہ ہم ترقی کی تیز ترین شاہراہ پر گامزن ہو سکیں۔

جناب سپیکر!

ہمارا ایجنڈا ایک قومی ایجنڈا ہے۔ہم ہر کسی کو اپنے ساتھ لے کر چلنا چاہتے ہیں جیسا کہ آپ نے دیکھا کہ جہاں بھی ممکن ہوا ہم نے دونوں ایوانوں کی تجاویز کا خیر مقدم کیا ہے۔ اور جو بھی مثبت تجاویز دی گئی ان کو بجٹ کا حصہ بنایا گیا ہے۔ ہم انشاء اللہ مستقبل میں بھی اسی ڈگر پر چلتے رہیں گے۔ میں آپ کا اور معزز اراکین کا تہہ دل سے شکر گذار ہوں کہ جنہوں نے مجھے ان خیالات کے اظہار کا موقع دیا۔اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو۔

پاکستان پائندہ باد

☆☆☆☆